نقط و اعرابِ قرآنی کا سامی پس منظر۔۔ایک تاریخی جائزہ

حافظ محمد اجمل*
حافظ محمود اختر**

Abstract

Diacritical Marks (aerab) describe the status of a word in the sentence such as subject, object and verb. These are the common characteristic of Semitic languages, especially Arabic. Among the semitic languages, Arabic has only retained this feature. The traces of diacritical marks are found in ancient Arabic languages, such as Akdiyah, Babylonians , Assyrians and Aujartiyah. World's oldest law, the law of Hammurabi, also has the traces of accents. However, these did not exist in its present form. The history of diacritical marks in Semitic languages is about 2500 BC, however, their use was gradually reduced. At the time of Revelation period of the Holy Quran it had become extinct.

With the expansion in the boundaries of the Islamic empire and conversion of the non-Arabs to Islam، it became very difficult for them to read the Arabic text of the Holy Quran. They used to commit mistakes; so a system of dots and stress was re-introduced to save the Holy Quran and the Arabic language from such mistakes. The concept of diacritical marks does not exist in non-Arabic languages. However the symbols of diacritical marks are used for the correct pronunciation of certain words. In non-Arabic languages, this is termed as (Zabt) .

Key words: *History of Diacritical Marks, Diacritical marks in non-Arabic languages. Diacritical marks of Holy Quran*

آغاز و ارتقاء کے اعتبار سے زبانوں کو بنیادی طور پر دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

۱۔سامی زبانیں ۲۔غیر سامی زبانیں[1]

نقط و اعراب صرف عربی زبان کے ساتھ ہی خاص نہیں بلکہ یہ دیگر سامی زبانوں کا خاصہ اور ان کی مشترکہ صفات میں سے ہیں۔ ڈاکٹر جواد علی لکھتے ہیں:

"والإعراب بعد، لا يختص بالعربية وحدها، بل نجد آثاره في لغات سامية أخرى، وإنما ظهر وعرف في عربيتنا، لأن اللغات الأخرى قد ماتت في الغالب"۔[2]

یعنی اعراب صرف عربی زبان کے ساتھ ہی خاص نہیں ہیں بلکہ اس کے آثار دیگر سامی زبانوں میں بھی ملتے ہیں۔عربی زبان میں یہ صرف اس لئے معروف ہیں کہ دیگر سامی زبانیں تقریبا مردہ یا متروک ہو چکی ہیں ۔

---

*لیکچرر گورنمنٹ کالج بورے والہ
** سابق ڈین فیکلٹی آف علوم اسلامیہ،پنجاب یونیورسٹی، لاہور

عربی زبان سامی النسل ہونے کے ساتھ ساتھ لغتِ قرآن بھی ہےاور یہ قرآن کریم کا اعجاز ہے کہ اس کی زبان نہ صرف زندہ و محفوظ ہے بلکہ اس کی حفاظت کو مزید پختہ بنانے کیلئے صرف و نحو اور علم الضبط جیسے علوم ایجاد کیے گئے۔ لغتِ قرآن کے علاوہ دیگر سامی زبانوں کو یہ اعزاز حاصل نہیں۔

قدیم عربی نقوش اور کتبات کی روشنی میں لغاتِ سامیہ میں نقط و اعراب کی قدامت کا اندازہ تقریبا ۲۵۰۰ قبل مسیح لگایا گیا ہے[3] تاہم مرور زمانہ کے ساتھ ساتھ اس رجحان میں کمی واقع ہوتی چلی گئی۔

ڈاکٹر جواد علی ترک اعراب کے رجحان کے بارے میں اپنا نقطہ نظر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ویخیل لي أن معظم لغات الأدب في العالم القدیم كانت تراعي الإعراب، لترتفع بذلك عن ألسنة العامة، ولتكون اللسان الرفیع الذي یخاطب الإنسان به أربابه،ثم خفت حدة الإعراب فیما بعد، مجاراة لتطور العقل الإنساني. ونجد معظم الشعوب في الوقت الحاضر، تبسط لغتها وتختزل قواعدها وجمل كلامها لیتناسب الكلام مع عقلیة السرعة التي أخذت تسیطر على الإنسان الحاضر".[4]

"میرے خیال میں قدیم زمانے میں اکثر زبانوں میں اعراب کی رعایت رکھی جاتی تھی تاکہ اس سے وہ عام زبانوں میں ممتاز اور اعلیٰ ہوں اور اسی ممتاز اور اعلی زبان میں انسان اپنے رب سے مخاطب ہو(مناجات کرے)۔ پھر عقل انسانی کے ارتقاء کے ساتھ ساتھ اس حد اور پابندی میں کمی واقع ہوتی چلی گئی،چنانچہ آج ہم دیکھتے ہیں کہ اکثر لوگ اپنی زبان کو سادہ بنا رہے ہیں، مخففات(abbreviations) کا استعمال کر رہے ہیں اور الفاظ کو جامع بنا رہے ہیں تاکہ عصر حاضر کے انسان کی عقل کی سرعت کے ساتھ مناسبت پیدا ہو سکے"۔

ترکِ اعراب کے اسی رواج کے مطابق نزول قرآن کے زمانہ میں عربی زبان کی کتابت میں اعراب کا رجحان توبالکل ہی ختم ہو کر رہ گیا تھا جبکہ مماثل حروف میں فرق کیلئےبھی اگرچہ عمومی رجحان نقطوں کے عدم استعمال ہی کاتھاتاہم عہدِ رسالت اور زمانہ قبل از اسلام میں بعض حروف پر کبھی کبھار نقطے استعمال کر لیے جانے کے شواہد ملتے ہیں۔[5]

دور نبوی ﷺکی تحریرات ،قرآنی نسخوں اور خصوصا آپﷺ کے دعوتی خطوط میں یہ طرز ِتحریر واضح اورنمایاں ہے۔[6]

قرآن کریم کے ابتدائی نسخوں کے نقط و اعراب سے خالی ہونے کے بارے میں دو مختلف نظریات پائے جاتے ہیں۔بعض اہل علم کے نزدیک اس کا سبب عرف کی یہی متابعت تھی جبکہ بعض کے نزدیک یہ تجرید اور تعریہ،عمداً اور دانستہ تھا اور اس سے کوئی حکمت اورمصلحت(مثلا احتمال القراءتین)وابستہ تھی۔[7]

قرآن کریم کو بے نقط و اعراب رکھنے کی وجہ خواہ عرف کی مشایعت ہو یا کسی دوسری حکمت کا تقاضایا ممکن ہے ان دونوں وجوہ کا لحاظ رکھا گیا ہو،تاہم اتنی بات ضرور ثابت ہوتی ہے کہ قرآن کریم کے ابتدائی نسخے بلا نقط و اعراب تھے اور یہی اس وقت کا معمول بہ طریقہ کتابت بھی تھا اسی لیے ہر ایک نسخہ کے ساتھ پڑھانے والا ایک مستند قاری بطور معلم بھی بھیجا گیا تھا۔[8]

مصاحف عثمانیہ کے تقریبا چالیس سال بعد تک دنیائے اسلام میں قرآن کریم کی کتابت اسی طرح بغیر نقط و اعراب جاری رہی۔[9] قرآن کریم کی قراءت اور تعلیم، چونکہ عہد رسالت سے ہی محض تحریر پر مبنی نہ تھی بلکہ تلقّی اور سماع اس کے اصل ذرائع

تھےاس لئے یہ عموماً درست ہی رہی۔[10]تاہم پہلی صدی کے نصف آخر تک لاکھوں غیر عرب بھی اسلام میں داخل ہوئے تو عربی زبان کے ساتھ ساتھ تلاوت قرآن میں بھی لحن کا ارتکاب عام ہونے لگا۔

اس وقت اہل علم کے ساتھ ساتھ بعض مسلمان حکمرانوں کو بھی اس کے تدارک کا خیال پیدا ہوا۔اپنی سیاسی خود غرضیوں یا گمراہیوں کے باوجودابھی تک حکمران قرآن کریم کی درست قرأت کونہ صرف اپنے ایمان اور اسلام، بلکہ اپنے اہل اسلام ہونے کا لازمہ سمجھتے تھے۔قرآن کریم کا غلط پڑھنا نہ صرف گناہ بلکہ عربی دانی کا ایک عیب بھی متصور ہوتاتھا۔زبان میں اس لحن کے تدارک کی کوششوں کے نتیجہ میں ایک طرف علم نحو وجود میں آیا تو دوسری طرف نقط المصاحف کا عمل ظہور میں آیا۔[11]

مصاحف میں نقط و اعراب کا یہ عمل ایک مستقل اور مختلف الجہت موضوع ہے جو کہ فی الحال زیر بحث نہیں۔ موضوع بحث اگرچہ نقط و اعرابِ قرآنی کا سامی پس منظر ہے تاہم غیر سامی زبانوں میں سے اہم زبانوں کے نظام اعراب پر بھی جزوی طور پر بحث کی جائے گی۔

سامی زبانوں کے نظام اعراب پر گفتگو کرنے سے پہلےان زبانوں کا تعارف،مبداء و آغاز،علاقہ ،ان میں شامل زبانیں اور ان کےآپس میں رابطہ و تعلق پر کچھ گفتگو کرنا مناسب ہے۔

سامی زبانیں:

لغاتِ سامیہ سے مراد وہ زبانیں ہیں جوقدیم زمانے میں ایشیاء و افریقہ کے مختلف علاقوں میں رائج تھیں۔یہ حضرت نوح ؑکے بیٹے سام بن نوح اور ان کی اولاد کی طرف منسوب ہیں ۔سامی لغات کے بارے میں مشہور ماہر لغاتِ سامیہ الدکتور اسرائیل ولفنسون لکھتے ہیں:

"تطلق کلمۃ لغات سامیۃ علی جملۃ من اللغات التی کانت شائعۃمنذ أزمان بعیدۃ فی بلاد آسیا وافریقیۃ سواء منہا ما عفت آثارھا ومالایزال باقیا الی الان"۔[12]

‘‘ کلمہ لغاتِ سامیہ کا اطلاق ان جملہ زبانوں پر ہوتا ہے جو قدیم زمانوں سے ایشیاء اور افریقہ کے علاقوں میں پھیلی ہوئیں تھیں،خواہ ان میں سے کچھ کا نام و نشان مٹ چکا ہے یا وہ اب تک باقی چلی آتی ہیں’’۔

ان لغات کیلئے "لغاتِ سامیہ" کی اصطلاح سب سے پہلےجرمن مستشرق شلوذر(shlozer)نے ۱۹۷۱ءمیں استعمال کی جب وہ قدیم اقوام کی تاریخ پر اپنی تحقیقات کر رہا تھا۔[13]

یہ زبانیں جزیرۃ العرب،عراق،شام،اور فلسطین وغیرہ کے علاقوں میں بولی جاتی تھیں جہاں سے پہلے ہزار سالہ دورِقبل مسیح سے ابتداء کرکےپہلے حبشہ اور بعد ازاں مصر و شمالی افریقہ میں پھیل گئیں۔[14]

سامی زبانوں میں شامل زبانوں کے بارے میں جرجی زیدان لکھتے ہیں:

"اللغۃ العربیۃ ھی احد أللغات السامیہ۔ویریدون باللغات السامیہ اللغات التی کان یتفاھم بھاابناء سام ،وھم فی اصطلاحھم ابناءما بین النھرین وجزیرۃ العرب والشام۔اشھرھا العربیہ والسریانیۃ والعبرانیہ والفینیقیۃ والاشوریۃ والبابلیۃ والحبشیۃ۔"[15]

عربی زبان لغاتِ سامیہ میں سے ایک ہےاور لغاتِ سامیہ سےاہلِ علم کے نزدیک وہ زبانیں مراد ہیں جن کے ذریعے فرزندانِ سام آپس میں ایک دوسرے کی بات سمجھاتے تھے۔اور وہ لوگ ان کی اصطلاح کے مطابق مابین النھرین،جزیرۃ العرب اور شام کے باشندے ہیں۔ان زبانوں میں سے مشہور ترین عربی،سریانی،عبرانی،فینیقی،اشوری،بابلی اور حبشی ہیں۔

سامی زبانوں کے بارے میں روایات سے یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ انہوں نے ایک ہی علاقے میں جنم لیاتاہم علاقے کی تعیین میں اہلِ علم کے اقوال مختلف ہیں۔ اکثر مورخین نے ان کا وطن جزیرۃ العرب ذکر کیا ہے ،علاوہ ازیں عراق،شام،کردستان،فلسطین،حبشہ،مصر ،شمالی افریقہ اور آرمینیا کا بھی ذکر ملتا ہے۔تاہم یہودی،عیسائی اور مسلم علماء و مستشرقین کی بڑی تعداد نےدلائل کے ساتھ جزیرۃ العرب کے ہی ان کا وطن اول ہونے کا امکان ظاہر کیا ہے۔[16]

سامی زبانوں کا مبداء و مسکن چونکہ ایک ہی ہے،اس لئے ان زبانوں کی بعض خصوصیات بھی مشترک ہیں اور ان میں گہرا ربط و تعلق بھی پایا جاتا ہے۔

ڈاکٹر احمد حسن الزیات اس تعلق کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ان احبار الیھود ھم اول من فطن الی ما بین اللغات السامیہ ۔۔ولکن علماء المشرقیات من الاوروبیین ھم الذین اثبتوا ھذہ العلاقۃ با لنصوص حتی جعلوھا حقیقۃ علمیۃ لا ابہام فیھا ولا شک"۔17

سامی زبانوں میں باہم ایک تعلق پایا جاتا ہے جسے سب سے پہلے علمائے یہود نے معلوم کیا،لیکن بعد میں یورپ کے مستشرقین نے اسے نصوص سے ثابت کرکے ایسی حقیقت بنا دیاکہ جس میں کوئی شک اور ابہام نہ رہا۔

معروف مورخ P.K.Hitti لکھتے ہیں:

"With the decipherment of the cuneiform writing in the middle of the nineteenth century and the comparative study of the Assyro,Babylonian,Hebrew,Aramaic,Aeabic and Ethiopic tongues,it was found that those languages have striking points of similarity and were,therefore,congnates".[18]

انیسویں صدی کے وسط میں خط پیکانی یا میخی کو سمجھ لیے جانے کے بعد،نیز اشوری ،بابلی،عبرانی ،آرامی اور حبشی زبان کے تقابلی مطالعہ کے نتیجے میں یہ بات سامنے آئی کہ ان زبانوں کے مابین گہری مشابہت کے نقاط پائے جاتے ہیں۔لہذا یہ تمام زبانیں مشترک الاصل ہیں۔

مسلمانوں میں خلیل بن احمد الفراھیدیؒ کے ہاں سب سے پہلےاس کی طرف اشارہ ملتا ہے،لفظ کنعان کی تشریح میں وہ لکھتے ہیں:

"وكنعان بن سام بن نوح إليه ينسب الكنعانيون وكانوا يتكلمون بلغة تقارب العربية الفراهيدي"۔19

کنعان بن سام بن نوح ،جن کی طرف کنعانی منسوب ہیں،وہ ایسی زبان میں گفتگو کرتے تھے جو عربی کے قریب تھی۔

ابن حزم اندلسی متوفی ۴۵۶ھ نے اس بات کی مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھا:

"إن الذي وقفنا عليه، وعَلِمْنَاه يقينا، أن السريانية والعبرانية والعربية، التي هي لغة مضر وربيعة لا لغة حِميَر، لغة واحدة تبدلت بتبدل مساكن أهلها".20

علم یقینی کی صورت میں یہ بات ہم کو معلوم ہوئی کہ سریانی،عبرانی اور عربی قبائل مضراورربیعہ کی زبانیں ہیں،نہ کہ قبیلہ حمیر کی۔یہ ایک ہی زبان ہے جس میں کچھ تبدیلی ان کے مساکن کی تبدیلی کی وجہ سے ہوئی۔

ابن حزم کی یہ بات بہت اہم ہے ،اس میں انہوں نے عربی زبان کو دو حصوں ،جنوبی عربی(جسے قدیم عربی کتب میں"لغت حمیر "بھی کہا جاتا ہے)اور شمالی عربی(جو کہ لغت مضر اورربیعہ بھی کہلاتی ہے)میں تقسیم کرتے ہوئےمؤکد انداز میں بیان کیا کہ عربی ،عبرانی اور سریانی زبان کی اصل ایک ہی ہے۔[21]

سامی زبانوں میں مذکورہ بالامشابہت مختلف جہات سے پائی جاتی ہےمثلاحروف علت (Vowels)کی نسبت حروف صحیحہ(Consonants) پر زیادہ انحصار،مادہ اصلیہ(Root matter)کاایک جیسا (عمو ما سہ حرفی)ہونا،صیغہ تثنیہ کا استعمال،جنس کی تذکیر و تانیث کیلئے الگ ضمائر و الفاظ اور اعداد کی تذکیر و تانیث کا فرق وغیرہ۔ان ہی میں سے ایک مشابہت ادغام کلمہ(یعنی دو کلمات کا مل کر کلمہ واحدہ بننا) کا نہ پایا جانا بھی ہے۔یہ غیرسامی زبانوں میں عام ہے مثلا ہندو ازم ،ہندو اور ازم سے مرکب ہے،شنٹو ازم بھی مرکب ہے۔عربی اور دیگر سامی زبانوں میں اعراب کے پائے جانے کا بھی یہی سبب ہے۔چنانچہ اسی سبب کی بناء پر ہم دیکھتے ہیں کہ سامی زبانوں ،عبرانی،سریانی،بابلی اور عربی زبانوں میں علامات اعراب موجود ہیں اور ان کی مشترکہ خصوصیت بھی۔[22]

سامی زبانوں میں نقط واعراب کی صورت حال:

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ لغتِ عربی اور قدیم سامی لغات سب کی سب معربہ تھیں۔[23] لیکن ان میں سے صرف عربی زبان نےہی درست طریقے سے انہیں محفوظ رکھا،جبکہ باقی سامی زبانیں مکمل طور پر ان کی حفاظت نہ کر سکیں ۔ان زبانوں کے نقوش اور آثار اگرچہ انتہائی کم ہیں تاہم قلتِ نصوص کے باوجوددستیاب ذرائع،عبرانی،قدیم عربی،آرامی اور حبشی زبانوں میں اعراب کے وجود پر مشیر ہیں۔[24]

عبرانی زبان اور نقط و اعراب :

سامی اقوام میں یہود سب سے قدیم ہیں ۔ان کے ہاں بھی نظامِ اعراب موجود تھا ۔ ڈاکٹر اسرائیل ولفنسون یہود کے نظام اعراب کے بارے میں لکھتے ہیں:

"ان اليهود كانوا قديماكجميع الأمم السامية،لا يكتبون الحركات المعروفة الآن، بل كانت لديهم حروف مجردةعن الحركات،ثم أخذوا يستعملون بعض الحروف كعلامات للحركات،تساعدهم على ضبط النطق،وحفظ الكلمات من التحريف،وكانت الف ،والوا و،والياء هى التى تقوم بهذه الوظيفة،فجر ذالک الى حدوث تغيير فى هجاء الكلمات،وزيادة فى حروفها،باعدت بينها وبين اشتقاقها"-25

"امم سامیہ میں یہود سب سے قدیم ہیں۔وہ عصر حاضر کی معروف علامات حرکات استعمال نہیں کرتے تھے بلکہ ان کے ہاں حروف اعراب سے خالی تھے۔پھر انہوں نے بعض حروف کو ہی علامات حرکت کے طور پر استعمال کرنا شروع کیاجو صحیح نطق پر ان کی مدد کرتے تھےاور کلمات کوتحریف سے محفوظ رکھتے تھے۔اور وہ حروف جن سے یہ کام لیا جاتا تھا،الف،واؤ اور یا تھے۔لیکن اس سے زیادت حروف کی وجہ سےکلمات کے ہجاءمیں تغیر واقع ہونے لگا اور کلمہ اور اس کےمادہ اشتقاق میں بعد اور دوری واقع ہونے لگی"۔

مذکورہ بالا عبارت سے پتہ چلا کہ سامی زبانوں میں نظام اعراب کے سب سے پہلے واضع یہود تھے،ابتداءً ان کے ہاں بھی تحریر غیر معرب تھی لیکن اپنی فطرت کے مطابق اپنی انفرادیت کو قائم رکھنے اور زبان کوتحریف سے پاک رکھنے کی غرض سےحروف مدہ کو اعراب کے طور پر استعمال کا رواج دیا۔لیکن دنیا میں اپنے پھیلاؤ کے بعد انہوں نے جب یہ محسوس کیا کہ صرف حروف مدہ اعراب کی ضروریات کیلئے ناکافی ہیں اور زبان میں خرابی اور تحریف کا باعث بن سکتے ہیں،تونظامِ اعراب کو وضع کیا۔

ڈاکٹر اسرائیل ولفنسون لکھتے ہیں:

"ولکن بعد ان تشتت الیھود فی أقطار العالم صارت ھذہ الحروف لا تکفی لضبط النطق فی کل الکلمات وخشی الیھود أن تنقرض لغتھم بسبب ذلک،فا خترعوا نظام الحرکات"۔26

بعد میں یہود نے اطراف عالم میں پھیل جانے کے بعدجب دیکھا کہ یہ حروف تمام کلمات کے نطق کیلئے ناکافی ہیں اورحروف مدہ کی زیادت کی وجہ سےکلمہ کے اصل مشتقات اورہجاء میں بھی تغیر واقع ہوتا ہے تو یہود نےزبان کی خرابی کے خدشہ کے پیشِ نظر نظامِ حرکات کو وضع کیا۔

پانچویں اور چھٹی صدی قبل مسیح تک یہود کے ہاں حرکات کے کئی نظام رائج تھے،لیکن ان میں سے دو نظاموں نے بڑی شہرت حاصل کی۔ایک نظام "نظام عراقی"کہلایاجبکہ دوسرا نظام "نظام طبری"(فلسطین میں ایک شہر طبریہ کی طرف منسوب ہے)کہلایا۔نظام طبری اب تک معروف ہے۔[27]

سریانی زبان اور نقط و اعراب:

سریانی زبان میں بھی ہمیں نقط و اعراب کی موجودگی کا پتہ چلتا ہے۔الشیخ طاہر الکردی سریانی زبان میں شکل کے وجود،آغاز اور اسباب پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ان السریان ھم أول من وضع الشکل فی الکلمات،وذالک عند ما دخلوا فی النصرانیہ،ونقلوا الکتب المقدسۃ الی لغتھم ،وراوا ان بعض الناس یلحنون فی قراءتھا،فخافوا ان ینشاء عن ذالک تحریف فی اللفظ،قد یغیر المعنی ویودی الی الکفروالزندقۃ۔فاخترع الاسقف(یعقوب الرھاوی الملقب بمفسر الکتب المتوفی ۴۶۰ء)نقطا،کانت ترسم فی حشو الحروف،ثم تحولت الی تقطہ مزدوجۃ،تنوب الی حرکات الثلاث"[28]

کلمات پر سب سے پہلے اعراب لگانے والے سریانی تھے۔سریانی جب نصرانیت میں داخل ہوئےاور انہوں نے کتبِ مقدسہ کو اپنی لغت میں نقل کیاتو بہت سارے لوگوں کو انہوں نے لحن(غلط قرأت)کرتے ہوئے دیکھاتو تحریفِ لفظی اور معنوی سے بچنےاور لوگوں کو کفر و زندیقیت سے بچانے کیلئےانہوں نے اعراب کو وضع کیا۔پس اسقف(اس کا اصل نام یعقوب الرھاوی تھااور وہ مفسر کتب کے لقب سے مشہور تھا، ۴۶۰ء میں اس نے وفات پائی)نےنقط کو وضع کیاجو کہ حروف کے سروں پر لگائے جاتے تھے۔پھر انہی نقطوں کو حرکاتِ ثلاثہ میں تبدیل کر دیا گیا۔
کارل بروکلمان لکھتے ہیں:

"أما الحركات القصيرة،فقد رمز اليها السريان أولا،ثم انضم اليهم اليهود،واخير العرب،برموز صهيرة مختلفة توضع فوق الحروف وتحتها"۔[29]

جہاں تک حرکاتِ ثلاثہ کا تعلق ہے تو سب سے پہلےاہلِ سریان نے ان کی طرف اشارہ کیا،پھر یہود اور آخر میں عرب نے ایسی طےشدہ علامات کی وضع کی جو حرف کے اوپر یا نیچے لگائی جاتی تھیں۔

لغت اوجاریتیہ/اجریتیہ:

لغت اوجاریتیہ/اجریتیہ[30] سامی لغات میں سے ایک ہے،جو کہ خطِ مسماری میں مکتوب ہے،اس میں ضبطِ حرکات کیلئے معروف علامات نہیں ہیں،بلکہ صرف ہمزہ پر دلالت کیلئے ایک علامت ہے،جو کہ رفعی،نصبی یا جری حالت میں مختلف ہوتی ہے۔[31]

ڈاکٹر شوقی ضیف کے مطابق رأسِ شمر کے علاقے سے دستیاب نقوش سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے ہاں حرکاتِ ثلاثہ ہی نہیں منع صرف تک کے قواعد مستعمل تھے۔اور یہ موجودہ عربی اعراب کے قواعد میں شامل ہیں۔[32]

لغتِ اجریتیہ کے نقوش کی برآمدگی ایک اتفاقیہ واقعے سے منسوب ہے،جس کے بعد کھدائی سے"اجریت"شہر اور سینکڑوں کتبات کی برآمدگی عمل میں آئی۔[33]

اللغة الأكدية:

اکدیین جنوبی عراق کے ایک علاقے "اکد"یا اس علاقے میں بولی جانے والی زبان "اکدی"کی طرف منسوب ایک قوم ہے۔بعض لوگ انہیں بابل کی طرف نسبت کرتے ہوئے "بابلی" جبکہ بعض یہاں کے معروف حکمران خاندان کلدانی کی طرف نسبت کرتے ہوئے "کلدانیین" بھی کہتے ہیں۔[34]

اس لغت کا مسکن عراق میں دجلہ و فرات کا درمیانی علاقہ ہے۔لغت اکدیہ ایک جامع اصطلاح ہےجس کا اطلاق دجلہ و فرات کے جنوبی کنارے بسنے والی اقوام کی لغت بابلی اور شمالی کنارے بسنے والی اقوام کی زبان آشوری پر ہوتا ہے۔محدثین کی اصطلاح میں اس پر ‘‘لہجات بابلیہ آشوریہ مختلفہ’’ کا اطلاق ہوتا ہے۔‘‘اکاد’’اصل میں ایک شہر کا نام ہے جسے‘‘سرجون’’ بادشاہ نے ارض بابل کے شمالی حصے میں ۲۳۵۰قبل مسیح میں اپنے دارالحکومت کے طور پر آباد کیا تھا۔ یہ سامیین کی سب سے پہلی حکومت تھی جس کے آثار ملتے ہیں۔[35]

سامی زبانوں میں لغتِ عربی کے بعد سب سے بڑی زبان جس نے اعراب کو محفوظ رکھا ،اکدی زبان ہے۔اس کی فروعات میں سےآرامی اور حبشی زبانیں بھی شامل ہیں۔[36]

بابلی اور آشوری زبانیں:

بابلی اور آشوری زبان کےدریافت شدہ کتبات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں اعراب موجود تھےاور حرکاتِ ثلاثہ ایسے ہی مستعمل تھیں جیسے موجودہ عربی زبان میں۔جبکہ اکدی زبان میں تنوین بھی ایسے ہی مستعمل تھی جیسے موجودہ عربی میں،ہاں البتہ اکدیین اس میم تنوین کو "التمیم"کہتے تھے جیسےاہل عرب نون تنوین کو "التنوین" کہتے ہیں۔[37]

ڈاکٹر رمضان عبد التواب اس زبان میں اعراب کی موجودگی پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"إنَّ قانون حمورابي (١٧٩٢تا١٧٥٠ق. م) المدون باللغة البابلية القديمة، يوجد فيه الإعراب بشكل واضح كما هو في اللغة العربية الفصحى تمامًا فالفاعل مرفوع، والمفعول منصوب، وعلامة الرفع الضمة، وعلامة النصب الفتحة، وعلامة الجر الكسرة، تمامًا كما في اللغة العربية".[38]

قانون حمورابی

قانون حمورابی((١٧٩٢تا١٧٥٠ق. م)جو کہ قدیم بابلی زبان میں مدون کیا گیا،میں اعراب اپنی واضح شکل میں ایسے ہی پائے جاتے ہیں جیسے فصیح عربی زبان میں ۔اس میں فاعل مرفوع ہےاورمفعول منصوب،اورعلامت رفع ضمہ ہے، علامت نصب فتح ہےاور علامت جر کسرہ ایسے ہی موجود ہے جیسے لغت عربی میں۔ مثلا اس قانون کے فقرہ نمبر ایک کی عبارت یوں ہے:

ubbir ma summa awel um awe lam بمعنی (إذا اتهم إنسان إنسانا)۔

عبارت مذکورہ میں لفظ awel um بمعنی (إنسان) فاعلی حالت میں ہے اور مرفوع بالضمہ ہے. جبکہ دوسرا لفظ awe lamحالت نصبی میں ہے جس پر aدلالت کر رہا ہے،جبکہ آخر میں میم ،"میم تمیم" ہے جو کہ عربی میں "تنوین"کے مقابلہ میں ہے۔[39]

اسی قانون کے فقرہ نمبر پانچ کی عبارت یوں مذکور ہے:

Dinam iddin summa dayunn m.

بمعنی: إذا حكم قاضٍ حكمًا

مذکورہ فقرہ میں dayann m بمعنی (قاضٍ) فاعلی حالت میں ہے اور مرفوع بالضمہ ہے، اورکلمة: Dinam بمعنی: (حکم) مفعولی حالت میں ہے اور منصوب باالفتحہ ہے۔[40]

مذکورہ بالا دلائل سے پتہ چلا کہ لغتِ اکدی میں حرکات ثلاثہ قدیم زمانے میں بھی مستعمل تھیں اور عہدِ حمورابی تک ان کا استعمال رہا۔بعد میں ان میں اختصار آگیا

اور یہ دو حرکات میں سمٹ گئیں ،رفع کیلئے ضمہ اور کسرہ اور نصب کیلئے جر،آخر کار ایک ہی حرکت رہ گئی،اور وہ کسرہ ممالہ کہلائی۔[41]

لغت اکدیہ میں حرکاتِ ثلاثہ اور تنوین ہی نہیں بلکہ تثنیہ کا اعراب حالت رفع میں ضمہ کے ساتھ آتا ہے،اور الف کے ساتھ اس کا اظہار ہوتا ہے،جبکہ نصبی اور جری حالت میں" یا "کے ساتھ اس کا اظہار ہوتا ہے۔مثلا " īnān " بمعنی "عینان" حالتِ رفعی میں اور īnēn حالتِ نصبی اور جری میں ہو گا۔اسی طرح جمع مذکر سالم کا اعراب حالتِ رفعی میں واؤ کے ساتھ جبکہ حالتِ نصبی و جری میں یا کے ساتھ ہو گا۔[42]

نبطی زبان اور اعراب:

نبطی زبان کے نقوش میں بھی ہمیں اعراب کی موجودگی کا پتہ ملتا ہے۔نویلڈیکے کے مطابق اہلِ نبط حالتِ رفعی میں ضمہ،حالتِ نصبی میں فتحہ اور حالتِ جری میں کسرہ استعمال کرتے تھے ۔اور ان حرکات کے آخر میں نون کا استعمال نہیں کرتے تھے۔[43]

جب کہ مستشرق لٹمن کے مطابق نبطی زبان کے آخری کلمۃ کا اعراب حالات کے لحاظ سے تبدیل ہوتا رہتا تھا۔[44] نبطی زبان کے بارے میں ڈاکٹر جواد علی لکھتے ہیں:

"أما النبطية، وهي من اللهجات العربية الشمالية، ففيها ظواهر بارزة تشير إلى أنها كانت لغة معربة، وهي في نظري أقرب اللغات العربية الجاهلية إلى عربية القرآن الكريم، فالأسماء في النبطية، معروفة في عربيتنا قليلة في العربيات الأخرى، وهي قريبة من هذه العربية في أمور أخرى نحوية وصرفية". [45]

جہاں تک نبطی زبان کا تعلق ہےتو وہ شمالی عرب کے لہجات سے تعلق رکھتی ہے،اس میں معرب ہونے کے واضح اشارات موجود ہیں۔اور وہ میری نظر میں زمانہ جاہلیت کی عربی زبانوں میں سے قرآنی عربی کے زیادہ قریب ہے۔نبطی زبان اپنے اسماءاور صرفی و نحوی لحاظ سےبھی باقی زبانوں کی نسبت موجودہ عربی کے زیادہ قریب ہے۔ اسی طرح لغتِ حبشیہ میں بھی ہمیں اعراب کی موجودگی کا پتہ چلتا ہے۔[46]

غیر سامی زبانیں اور اعراب کی صورت حال:

غیر سامی زبانوں پراعراب کے حوالے سے گفتگو سے پہلے یہ اہم بات سمجھنا ضروری ہے کہ بنیادی طور پر اعراب کسی لفظ کی حالت کو ظاہر کرنے کیلئے آتا ہے۔کہ اس کی کیا حالت ہے .یہ رفعی حالت میں ہے ،یا نصبی اور جری حالت میں۔مثلا یہ جملہ کہ:جَاءَ خَالِد۔میں خالد پر پیش اس کے فاعل ہونے کو ظاہر کرے گی۔ضرب زید خالدا میں زید کے دال پر ضمہ اس کے فاعل ہونے کو ظاہر کرے گا اور خالدا پر زبر اس کے مفعول ہونے پر دال ہوگی۔جبکہ غیر سامی زبانوں میں اعراب لفظ کی ایسی حالت کو ظاہر نہیں کرتا ۔مثلا یہ جملہ“خالد نے خط لکھا”“میں نے چائے

پی"ان دونوں جملوں میں کسی ایسے اعراب کی نہ تو ضرورت ہے ،اور نہ ہی ایسے کسی اعراب سے ان کے فاعل، یا مفعول یا مجرور ہونے کا پتہ چلتا ہے۔ہاں ان زبانوں میں لفظ کے صحیح تلفظ کیلئے بعض مواقع پر حرکات کی ضرورت ہوتی ہے، جو کہ ان کا ضبط کہلائے گا۔

à فارسی‌اوراردو زبان میں الفاظ کے ایسے ضبط کیلئےعربی علامات ہی استعمال ہوتی ہیں۔اردو اور فارسی میں فتح کیلئے زبر مستعمل ہے،کسرہ کیلئے زیر،اور ضمہ کیلئے پیش۔اسی طرح شد ،مد،اور جزم کی اصلاحات بھی مستعمل ہیں۔

زبر	زیر	پیش	الٹا پیش	کھڑا زبر	کھڑا زیر	سیدھا زیر
ـَ	ـِ	ـُ	ـٗ	ـٰ	ـٖ	ـٍ
تنوین	جزم	ساکن	مد	تشدید	ہمزہ	نون غنہ
ـً	ـْ	ـ^	ـٓ	ـّ	ـٔ	ں

اردو زبان میں مستعمل علاماتِ اعراب

à انگریزی میں حرکات کیلئے کوئی الگ نظام نہیں۔یہاں علامت کیلئے بھی حروف ہی استعمال ہوتے ہیں-a,e,I,o,uپانچ حروف ہیں،جنہیںVowel(حروف علت)کہا جاتا ہے۔فتح کو عربی میں نصب بھی کہتے ہیں،انگریزی میں اس کا معروف بدلAہے۔

Aبیک وقت حرف الف کا بھی معروف بدل ہے۔Albeit,Alcohol,Alpha,AssetمیںAبیک وقت الف اور فتح کی نمائندگی کرتا ہےان کی اصل بالترتیب اثاثہ، الفا،الکوحل اور البتہ ہے۔Band,Bangle,GangمیںAصرف فتح یعنی،
" زبر"کی جگہ استعمال ہوا ہے۔[47]

کسرہ یا جر"زیر"کہلاتی ہے۔ حروف کےنیچے لکھی جانے والی اس علامت کا میلان "ی" کی طرف ہے ۔اس کا انگریزی بدل"E"ہے۔ GenusاورBeakerکے الفاظ میں Eزیر کی نمائندگی کرتا ہے۔

ضمہ یا پیش کا میلان واو کی جانب ہے۔جس کیلئے انگریزی میں" O" استعمال ہوتا ہے ۔جبکہ O اردو حرف واو کا معروف انگریزی بدل بھی ہے۔

à انگریزی زبان کے اعراب باہم متبادل کے طور پر بھی استعمال ہوتے ہیں۔"**E**" اگرچہ زیر کیلئے استعمال تاہم یہ کبھی کبھی زبر اور پیش کی نمائندگی بھی کرتا ہے۔

"ای" کا بطور زیر استعمال۔جیسے Belly,Red,Cent

آئی (I)عموما زیر کیلئے استعمال ہوتا ہےتاہم یہ کبھی کبھی زبر کیلئے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ جیسےBind,Biteمیں زبر کیلئے جبکہSit,Mill,Stillمیں بطور زیر استعمال ہوا ہے۔

"یوکا استعمال زبر زبراور پیش دونوں But,Cut,Bussاور Put,Bull,Pullوغیرہ
U"کیلئے ہوتا ہے ہوتاہے۔جیسے
ضمہ یا پیش Oکا استعمال کبھی زبر کیلئے بھی ہوتا ہے،جیسے Go,So,Notوغیرہ۔[48]
کیلئے مستعمل حرف

خلاصہ بحث:

اعراب جملے میں کسی لفظ کی حالت جیسےفاعل،فعل اورمفعول وغیرہ کو بیان کرتے ہیں ۔یہ سامی زبانوں خصوصاً عربی زبان کا خاصہ ہیں ۔سامی زبانوں میں سے صرف عربی زبان نے اس خصوصیت کو برقراررکھا ۔قدیم عربی زبانیں جیسے اکدیہ، اوجارتیہ ، بابلی اور اشوری زبانوں میں اس کے اشارے ملتے ہیں۔دنیا کے قدیم ترین قانون ،قانون حمورابی میں بھی اعراب کے اشارے موجود ہیں۔تاہم اپنی موجودہ صورت میں اعراب موجود نہ تھے۔سامی زبانوں میں اعراب کی تاریخ تقریبا ۲۵۰۰ قبل مسیح ہے تاہم ان کے استعمال کا رواج آہستہ آہستہ کم ہوتا چلا گیا ۔نزول قرآن کے زمانہ میں ان کا رواج بالکل ختم ہو کر رہ گیا تھا۔تاہم اسلامی سلطنت میں وسعت اور عجمیوں کے دخولِ اسلام کے ساتھ عربی زبان کو عموماً اور تلاوت قرآن کو خصوصاً لحن (غلطی)سے بچانے کیلئے اعراب کا موجودہ نظام وضع کیا گیا۔غیر عربی زبانوں میں اعراب کا تصور نہیں ہے, تاہم بعض الفاظ کے درست تلفظ کیلئے علاماتِ اعراب کا استعمال کیا جاتا ہے جو ان کا ضبط کہلاتا ہے۔

.

حواشی و حوالہ جات

---

[1] زبانوں کی تقسیم اور آغاز وارتقاءکے بارے میں اگرچہ اہل علم کے ہاں آراء و افکار کا تنوع پایا جاتا ہے تاہم راقم نے حاصل مطالعہ کے طور پراور تفصیلات سے بچتےہوئے یہ تقسیم ذکر کی ہے۔تفصیلات کیلئے لسانیات کی تاریخ سے متعلقہ کتب کی طرف رجوع کیجئے خصوصاً:ازقاضی عبد الصمد صارم، زبان و قلم،مطبوعہ جید برقی پریس دہلی اور دکتور اسرائیل ولفنفسون،تاریخ اللغات السامیہ،مطبعہ الاعتماد،قاھرہ،مصر ۱۳۴۸ھ،۱۹۲۹ء

[2] الدکتور جواد علی،المفصل فی تاریخ العرب،جلد نمبر ۱۷،صفحہ ۱۳، دار الساقي، بیروت،۱۴۲۲ھ/ ۲۰۰۱م

[3] محمد الأنطاكي، الوجیز فی فقہ اللغة،صفحہ ۸۹، مکتبة دار الشرق، بیروت، طبع دوم، الدکتور شوقي ضيف، العصر الجاهلي،صفحہ ۱۰۶، دار المعارف، مصر، ۱۹۶۱ء.، الدکتور احمد سلیمان یاقوت (استاذ الدراسات اللغویہ جامعہ اسکندریہ و بیروت)ظاہرة الاعراب فی النحو العربی وتطبیقھا فی القرآن الکریم،صفحہ ۱۰ ،دارالمعرفة،بیروت، ۱۹۹۴ء

[4] الدکتور جواد علی،المفصل فی تاریخ العرب،جلد نمبر۱۷،صفحہ ۱۳،دار الساقي، بیروت،۱۴۲۲ھ/ ۲۰۰۱ء

---

5 غانم قدوری الحمد، رسم المصحف دراسة لغوية تا ريخية،صفحہ ۳٦۸،اللجنۃ الوطنیہ ،بغداد،عراق،۱۴۰۲ہجری،۱۹۸۲ء ،الدکتور صلاح الدین المنجد،دراسات فی تاریخ الخط العربی منذ بدایۃ الی نہایۃ العصر الاموی،صفحہ ۱۲۶،بیروت ۱۹۷۹ء،طبع دو م ،الجبوری،سہیلہ یسین،اصل الخط العربی وتطورہ حتی نہایۃ العصر الاموی،صفحہ ۱۵۵،بغداد،عراق،۱۹۷۷ء

6 تفصیلات کیلئے ملاحظہ ہو:مولانا سید محبوب رضوی ،مکتوبات نبوی ، ڈاکٹر محمدحمید اللہ ،رسول اکرمﷺ کی سیاسی زندگی۔

7 رسم المصحف دراسۃ لغویۃ تاریخیۃ،صفحہ۷۲،۴۷۱،۵۵۳

8 حسنی شیخ عثمان،حق التلاوۃ،صفحہ۱۴۴،مکتبہ المنار الزرقاء،اردن،۱۴۰۱ ہجری، طبع سوم

9 الزنجانی، ابو عبد اللہ ،تاریخ القرآن،صفحہ۸۹،مؤسسۃ العملی،بیروت،۱۳۸۸ہجری، الکردی محمد طاہربن عبد القادر،تاریخ الخط العربی وآدابہ، صفحہ۹۳،المطبعہ التجاریہ الحدیثہ بالسکاکانی،مدرسہ تحسین الخطوط العربیہ الملکیہ مصر،طبع اول،۱۳۸۵هجری ، رسم المصحف دراسۃ لغویۃ تاریخیۃ، صفحہ۵۳۹

10 حافظ احمد یار ، قرآن و سنت ، چند مباحث، صفحہ۱۰۹ ، مطبوعہ شیخ زاید اسلامک سنٹر پنجاب یونیورسٹی لاہور ۲۰۰۱ء

11 نفس المصدر

12 تاریخ اللغات السامیہ،صفحہ۲،مطبعہ الاعتماد،قاہرہ،مصر۱۳۴۸ھ،۱۹۲۹ء

13 تاریخ اللغات السامیہ صفحہ۲، Encyclopedia Britanica,Vol.20,P.208,Semetic Languages

14 ڈاکٹر مظہر معین،عصر جدید میں عربی زبان،صفحہ ۲۸،الفیصل ناشران و تاجران کتب،اردو بازار لاہور،۲۰۰۳ء

15 جرجی زیدان ،تاریخ آداب اللغۃ العربیہ جلد ۱، صفحہ۳۷دار مکتبہ الحیاۃ،بیروت،۱۹۶۷

16 تاریخ اللغات السامیہ،صفحہ ۱۹٦،۱۹۵،٦،۵،۳، R.A.Nichloson:A LiteraryHistory of the Arabs,p.xv,Cambridge UniversityPress,1969

17 احمد حسن الزیات،تاریخ الادب العربی،صفحہ ۱۳،مطبعہ الرسالہ،بیروت،۱۹۵۵،تاریخ اللغات السامیہ، صفحہ ۳

18 Philip.K.Hitti:History of the Arabs London,P.90,Macmillan& Company Limited,1956

19 خليل بن أحمد ،أبي عبد الرحمن،كتاب العين،جلد ۱،صفحہ۲۰۵ ، دار ومكتبة الهلال،مصر،س۔ن

20 ابن حزم الأندلسي، أبو محمد، علي بن أحمد ،الإحكام في أصول الأحكام،جلد۱،صفحہ۳۴،دار الحديث القاهرة،مصر،س۔ن

21 ڈاکٹرمحمود فهمي حجازي، اللغة العربية عبر القرون، صفحہ ۱۷،نشر الثقافة، القاهرة،مصر، ۱۹۷۸ء.

22 ملخص از ڈاکٹر مظہر معین ،عصر جدید میں عربی زبان،صفحہ ۳۳،۳۲

23 ڈاکٹر إبراهيم السامرائي، التطور اللغوي التاريخي ،صفحہ ۵۶، دار الأندلس للطباعة والنشر، بيروت- لبنان، طبع دوم، ۱۴۰۱ھ-۱۹۸۱ء. ، المستشرق الألماني برجشتراسر، تخريج و تعليق ڈاکٹر رمضان عبد التواب، التطور النحوي للغة العربية، صفحہ ۷۵وما يليها، مكتبة الخانجي،القاهرة، طبع چہارم، ۱۴۲۳ ہجری،۲۰۰۳ء،ڈاکٹر فاضل صالح السامرائي، معاني النحو،جلد۱،صفحہ۲۱،
مطبعة التعليم العالي- الموصل.سن ندارد

24 ڈاکٹر رشيد عبد الرحمن العبيدى، العربية والبحث اللغوي المعاصرصفحة ۲۱، مطبعة المجمع العلمي، بغداد، ۱۴۲۳ ہجری،۲۰۰۳ء،الدكتور احمد سليمان ياقوت،(استاذ الدراسات اللغويہ جامعہ اسكندريہ و بيروت)ظاہرة الاعراب فى النحو العربى وتطبيقها فى القرآن الكريم،صفحہ۱۰، عمادة شؤون المكتبات، الرياض، طبع اول، ۱۴۰۱ہجری،۱۹۸۱ء، ڈاکٹر صبحي صالح، دراسات في فقه اللغةصفحہ ۵۵،۵۶ دار العلم للملايين، بيروت، طبع پنجم،۱۹۷۳ء

25 تاريخ للغات الساميہ،صفحہ:۱۰۳

26 المرجع السابق، صفحہ۱۰۳

27 تاريخ للغات الساميہ،صفحہ۱۰۳

28 تاريخ الخط العربى وآدابہ،صفحہ۷۵

29 كارل بروكلمان،فقہ اللغات الساميہ،صفحہ۳۷،مطبوعہ جامعہ الرياض ،المملكہ العربيہ ،السعوديہ،۱۳۹۷ھ،۱۹۷۷ء

30 یہ لغات سامیہ میں سے ایک ہے ،اور کنعانی لغات میں سب سے قدیم اور مشہور ہے۔لغت اوجاريتية"رأس شمر"کے علاقے میں بحر متوسط کے ساحل"السوری"کے شمال میں ۱۲کلو میٹر کی دوری پر واقع ایک قدیم شہر"اوجاریت" یا" اجریت"کی طرف منسوب ہے۔۱۹۲۹ء میں یہاں سے برآمدہ نقوش چودہ یا پندرہ سوقبل مسیح،شمار ہوتے ہیں۔ اسی لغات سے حروف ابجد بھی منسوب ہیں۔علم اللغة العربيہ،صفحہ۱۵، محمد الأنطاكي، الوجيز فى فقہ اللغة،صفحہ۸۹، مكتبة دار الشرق، بيروت، طبع دوم، دراسات في فقه اللغة،صفحہ ۵۰، فصول في فقه اللغة،صفحہ ۲۷۔

31 علم اللغۃ العربيہ،صفحہ۱۵۹،الدكتور رمضان عبد التواب، فصول في فقه اللغة،صفحہ۳۸۴

32 ڈاکٹر شوقي ضيف، العصر الجاهلي،صفحہ ۱۰۶، دار المعارف، مصر، ۱۹۶۱ء.

33 فصول في فقه اللغة،صفحہ ۲۷۔

34 محمد الانطاكى ،دراسات فى فقہ اللغۃ ،صفحہ۶۸، مطبعہ الرابعہ ،مزيدة ومنقحۃ ،دار الشرق العربى ،بيروت،سن ندارد

35 فصول فى فقہ اللغۃ،صفحہ۲۶

36 د. محمود فهمي الحجازي ،اسس علم اللغة العربية،صفحہ ۱۴۶ ،دار الثقافۃ للطباعۃ والنشر،قاہرہ،مصر،۲۰۰۳ءظاهرة الإعراب في النحو العربي،صفحہ ۹، فصول في فقه اللغة،صفحہ ۳۸۵۔

37 ظاہرة الاعراب فی النحو العربی وتطبیقها فی القرآن الکریم،صفحہ ۹، العربية والبحث اللغوي المعاصر،صفحة ۲۱، ڈاکٹرعصام نور الدين، محاضرات في فقه اللغة،صفحہ۶۷، منشورات دار الكتب العلمية، بيروت۔ لبنان، طبع اول، ۱۴۲۴ھ۔۲۰۰۳م

38 فصول في فقه اللغة،صفحہ ۳۸۲.

39 فصول في فقه اللغة،صفحہ ۳۸۲، ڈاکٹر إبراهيم السامرائي، فقه اللغة المقارن،صفحہ ۱۱۸،مطبعة دار العلم للملايين، بيروت، ۱۹۶۸ء.

40 فصول في فقه اللغة،صفحہ ۳۸۳.

41 محمد الأنطاكي ،دراسات في فقة اللغة،صفحہ۷۲،دار الشرق العربی،بیروت،الطبع الرابعۃ،س۔ن ، ڈاکٹرکاصدياسر الزيدي، فقه اللغة العربية،صفحہ ۱۲۹. دار الکندی للنشر و التوزیع،بیروت ۱۹۹۵ء

42 فصول في فقه اللغة،صفحہ ۳۸۴، ڈاکٹر عصام نور الدين محاضرات في فقه اللغة،صفحہ ۶۸، منشورات دار الكتب العلمية، بيروت۔ لبنان، ط:اول، ۱۴۲۴ہجری۲۰۰۳ء.

43 نویلدکے، مترجم رمضان عبد التواب، اللغات السامية،صفحہ ۷۳،دار النهضة العربية، القاهرة، ۱۹۶۳ء.

44 ڈاکٹر إبراهيم السامرائي ،التطور اللغوي التاريخي،صفحہ ۵۳، دار الأندلس للطباعة والنشر، بيروت۔ لبنان، طبع دوم ۱۴۰۱ھجری۔۱۹۸۱ء.

45 مفصل فی تاریخ العرب،جلد نمبر ۱۷،صفحہ نمبر ۱۳۔

46 فصول في فقه اللغة،صفحہ ۳۸۴

47 صفدر قریشی،وحدت اللسان،جلد نمبر۱،صفحہ۱۱٦،ناشر،امتیاز قریشی ،فیض مسجدٹینچ بھاٹہ راولپنڈی۱۹۹۹ء۔

48 المرجع السابق،صفحہ۱۱۷تا۱۱۹